

ڈاکٹر عمران اختر
شعبہ اُردو، گورنمنٹ پبلیک ایجوکیشن کالج، خانیوال

* بن کے تشکیلی عناصر: مباحثات و مباحث

Language is an integral part of every one. It reflects our versatile thinking and ideologies. This paper investigates and emphasis on phonetics, phonemes, morphology, syntax and lexicography of language. It also shows the differences between dialects, local dialects, sub-dialects, innovation, semantics and transformational grammar of language.

* بن اپنی جگہ مسلمہ ہے کہ انیسویں صدی سے قبل علم لسانی کا قاعدہ علم کے زمرہ میں نہیں رکھا جاتا تھا۔ آٹھ دہائیوں میں علم لسانی نے خود کو طبعیاتی علوم کے مقابل لاکھڑا کیا ہے۔ * بن جو خیال، فکری مفہیم کے ابلاغ اور بہ و اظہار کا بہترین ذریعہ ہے۔ اس نے شعوری اور غیر شعوری طور پر ابلاغ کے لیے راہ کو از خود متعین کیا ہے۔ لسانیات چوہدری بن کی تشکیل کی ریجی ارتقاء، آثار، ادوار اور % ائے۔ کبھی سمیت اس کی تخلیقی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالتی ہے۔ ہم عہدہ + میں اس کی حیثیت بھی سائنسی علوم کی طرح مسلمہ حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ * بن C دی طور پر قوت گائی اور قوت سما (جیسے سماجی تقاضوں کی مرہون منت ہے۔ یہ دونوں تقاضے اپنی اپنی بُت میں انتہائی پیچیدہ اعمال کا نتیجہ ہیں۔ ہم * بن فکر، خیالات، افکار K کی اور مدد رکات کئے۔ ہم * بن ورسوخ کئے۔ * بن اپنی تشکیلی عناصر طے کرتی ہے۔ وینر خلیل صدیقی اپنے اے۔ مضمون میں لکھتے ہیں کہ:-

”* بن کی حیثیت اے۔ عمل پیہم کی سہی ہے۔ اے۔ ہی رقبہ میں بہ۔ وقت بہت سی بولیاں بھی رائج

ہو جاتی ہیں۔ مقامی حالات اور تقاضوں کے نہ * بن ان میں ضمنی اختلافات بھی ہوتے ہیں۔ سیاسی، معاشی

اور معاشرتی وجوہات کی بنا پر ان میں سے کسی اے۔ کو پھلنے پھولنے اور * بننے کا موقع مل جاتا ہے۔“ (۱)

* بن ماہرین لسانیات کا اس * بن سے بھی اتفاق ہے کہ * بن 3 اور بولیاں عملی اجتہاد میں ہمیشہ سے شامل ہوتی رہی ہیں۔ * بنوں اور بولیوں کی لسانی ہم آہنگی طے کرنے کے بعد ہی * بن کے تجزیے، بول چال کے طرز کار اور تقابلی مطالعے کے لیے کوئی لسانیاتی اصول وضع کیا جاتا ہے۔ * بن۔ * بن۔ لسانیات قیاسی رجحان غا (رہا لسانیات اشتقاقیات کی * بن زک سرحدوں سے آگے نہ بڑھ سکی۔ 1 جیسے جیسے عصر حاضر میں اور خاص کر گذشتہ دو صدیوں میں علم لسانیات نے سائنسی علوم کے بیڑہ میں قدم رکھا ہے اس کے سائنسی رویے اور معاشرتی * بن ورسوخ میں بھی بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ لسانیات میں جہاں * بن کی سائنس، کینڈے، ڈیل ڈول اور ارتقاء سے متعلق سوالات پر بحث کی جاتی ہے وہیں * بن کے اے۔ معین دھارے N آلامر کے آغاز و ارتقاء پر بھی بحث کی جاتی ہے۔ ہم وہ طبقہ فکر جو فلسفہ نفسیات اور بشریات کے عمومی تقاضوں کو بخوبی جانے اس مرا * بنی نقطے سے فرار حاصل نہیں کر سکتا۔ * بن بھی بہر حال نہ آ رہے کہ بعض ماہرین

لسا* ت نفسیات و بشریات سے متعلق وظائف و اعمال کو سرے سے ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں اور اس کو لسا* ت کے دلہے میں ہی شامل نہیں کرتے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر اقتدار حسین رقم طراز ہیں کہ:-

”بُن کی دوسری خاصیت یہ ہے کہ یہ خود اختیاری ہے۔ بُن میں شامل آوازیہ آوازوں کے سلسلے سے جو ملا جلا بُن ہیں اُن میں اور اُن کے معنی میں کوئی فطریہ منطقی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ تعلق آ فطریہ منطقی ہوتا تو دُ* کی تمام بُنوں میں کوئی فرق نہ ہوتا بلکہ ا & ا۔ جیسی ہوتیں۔“ (۲)

بُن کی صوتیات، نحوی، اکسب اور مخصوص ثقافتی و تہذیبی عوامل بُن کی ما : اور دلہے کا روپ بحث کرتے ہیں۔ ہم عصر حاضر میں ابلاغ کی تحریری صورت پر بھی بے حد دھیان ڈال رہا ہے۔ لسانی ابلاغ جہاں تحریری علامتوں، رسم الخط اور حروف تہجی کا سہارا لے کر اپنا سفر شروع کرتا ہے وہیں منطقی صوتی اکائیوں کا آم اور اُمر کے تصرفات بھی بُن کی مختلف کیفیتوں کو اظہار کے لیے جواز فراہم کرتے ہیں۔ لسانی تغیرات کبھی بھی ابلاغ کی راہ کی دیوار نہیں ہوتے۔ ہم یہ بت بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ جس کے سامنے بت کا اظہار کیا جا رہا ہو وہ تغیرات کی تبدل سے بخوبی آگاہ بھی ہو۔ بُن چوہے بے شمار مقامی بولیوں اور تحتی بولیوں کی شکست و ریخت کے بعد وجود میں آتی ہے لہذا تغیرات کے {جنگ مذکورہ بُن کے سرمایہ الفاظ سے} ہم مطابقت بھی رکھتے ہیں۔ بُن چوہے فکر کے ا۔ مکمل صوتی آم سے مشابہ ہوتی ہے لہذا اس کو تک و اختیار کا مکمل حق حاصل ہوتا ہے۔ بُن کی ۱۹% شہد بہ عہد تغیرات کا نتیجہ ہوتی ہے جس میں صوتی و معنوی تغیرات کا بھی بے حد دخل ہوتا ہے۔ لسا* ت میں معنوی حیثیت کے بیان میں ڈاکٹر اقتدار حسین لکھتے ہیں کہ:-

”لسا* ت میں معنی کے صرف لغوی معانی ہی نہیں لیے جاتے بلکہ ا۔ لسانی کلچر کی طرح اُسے جاسکتا ہے اور اس کے معنی لغوی دوری طرح کے ہو h ہیں۔ عام طور پر آزاد مار فیم کے معنی تو لغوی معنی ہوتے ہیں یعنی یہ مختلف لغت میں مل جاتے ہیں لیکن پند مار فیم کے معنی لغت میں نہیں ہوتے بلکہ یہ دوسری طرح کے ہوتے ہیں۔ اسی طرح معنی کی کئی قسمیں ہو سکتی ہیں۔“ (۳)

عرض لسا* ت کی رو سے ہر بُن عہد بہ عہد تبدیلیوں اور تغیرات سے عبارت ہے۔ ہر بُن کی اپنی مباحثات ہوتی ہے جس کے سہارے وہ آم الا لسان میں اپنی جگہ حاصل کرتی ہے۔ لہذا لسا* ت کا موضوع بُن کی حاکمیت، امکانی صورتحال، اشتراک و انجذاب اور اغراض و مقاصد۔ محدود نہیں ہے بلکہ یہ بُن کی ہمہ گیری اور اس کی سیاسی لسانی پہلوؤں کو p کا دوسرا م ہے۔ بُن کے عناصر، کیبی، ارتقاء، ما :، منصب، اشتراک و انجذاب، صوتیات، قواعد بُن اور لسا* ت کی قدر سے متعلق معلومات ہی مباحث بُن کے زمرہ میں آتے ہیں۔ ہم بُن کو (Myth) کی دُ* سے آزاد کر کے اس کا سائنسی + از فکر کے تحت مطالعہ + لسا* ت کی دی اصول ہے۔ چندا۔ اصول و مسائل اور سوالات جن کا لسانی ماہر سے سابقہ رہتا ہے وہ یہ ہیں:

- ۱۔ کیا بُن میں تغیر + ی کی علامات موجود ہیں؟
- ۲۔ کیا بُن کا ا۔ منفرد و مشترکہ صوتی آم ہے؟
- ۳۔ کیا بُن محض آوازوں کے مجموعے کا م ہے؟

- ۴۔ ژ بن میں تحریر مقدم ہے یا تقریر؟
- ۵۔ کیا ژ بن قواعد کی محتاج ہے؟
- ۶۔ کیا ژ بن کا مطالعہ قیاسی اور مابعد فلسفیانہ ہے؟
- ۷۔ کیا ژ بن کی ما : اصل سے مشابہ ہے؟
- ۸۔ کیا ژ بن منطقی اور سائنسی استدلال پہ دلا ؟ کرتی ہے یا اس کا اخلاقی اور روایتی پہلو بھی ہے؟
- ۹۔ کیا صوت ژ بن مقدم ہے یا ژ بن صوت کے نہ ؟
- ۱۰۔ کیا ژ بن نے اپنی تین سطحوں (Hierachies) یعنی صوتیات (Phonology)، لفظیات (Morphology) اور جملہ سازی سے اپنے سفر کا آغاز کیا تھا؟
- ۱۱۔ کیا ژ بن میں کسی جملہ کی نحوی صحت کے مابین معیناتی تعلق موجود ہے؟
- ۱۲۔ کیا ژ بن میں رسم الخط کی کوئی دیکھ بھال نئی اہمیت ہے؟
- ۱۳۔ کیا ژ بن علامت، الفاظ اور بعد ازاں آوازوں میں تبدل کا دوسرا نم ہے؟
- ۱۴۔ کیا ژ بن کی تشکیل اور ارتقاء اور K & L کی فکر کی تشکیل و ارتقاء پہ دلا ؟ کتنا ہے؟
- یہ وہ چند اہم دی سوالات، مسائل و مباحث ہیں جو ماہرین لسانیات کے لیے ہمیشہ سے دلچسپی کا سامان لیے ہوئے ہوتے ہیں۔ چونکہ لسانیات کی تعریف اور توضیح ہمارا موضوع نہیں ہے اسی لیے لسانیات کے مقاصد اور اس کی اطلاقی صورت حال کے آدھی ہم اپنی تحقیق کو محدود رکھیں گے۔ ژ بن کے تجزیاتی مطالعے کے باب میں ہندوستانی لسانیات کے مصنف لکھتے ہیں کہ:-
- ”ژ بن کا تجزیہ، اُس کی رچ، اُس کے ہیئت و ارتباط، اُس کی معنوی، صوتی اور ظاہری تقسیم و وہ بندی پر غور و غوض کتنا ہی لسانیات کا بے مقصد ہے۔“ (۴)
- لسانیات کا دائرہ کار محض ما : ژ بن، میکائیل و طائف و اعمال اور نفسیاتی کیفیتوں سے ہی محدود نہیں ہے بلکہ اس میں اصطلاح سازی، ساختیات، معنیات، اسلوبیات، رسم الخط اور اس کے لسانی و لسانیاتی پہلو بھی آتے ہیں۔ پاکستان میں اصطلاح سازی کی قاعدہ آجیدالدین سلیم نے ۱۹۲۱ء میں اپنی کتاب ’وضع اصطلاحات‘ کے ذریعے سے ڈالی۔ انہوں نے اصطلاحات کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ مفرد اصطلاحات اور مرکب اصطلاحات اس کے ساتھ ہی ساتھ انہوں نے ژ بن کے لسانی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر اصطلاح سازی کے لیے اصول و قواعد بھی بتائے۔ بعد ازاں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے وحیدالدین سلیم کی کتاب پر تنقیدی نوعیت کا مضمون لکھ کر جہاں اُن کے اصول و قواعد کو اصطلاح سازی کے لیے قرار دیا وہیں اُن اغلاط پر بھی سیر حاصل بحث کی جن کا سامنا کسی اصطلاح ساز کو دوران تحقیق پیش آسکتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف قواعد اصطلاح سازی پر تنقیدی نوٹ تحریر کیا بلکہ درپیش مسائل کے حل کے لیے منا و تجاویز بھی دیں اور لسانی محقق ڈاکٹر شوکت سبزواری نے بھی اُن کے اس تنقیدی کام کو بے حد سراہا۔ ۱۱۶۷ھ میں ڈاکٹر نعمت الحق نے اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے ’اردو لسانیات‘ میں لکھتے ہیں کہ:-

”ڈاکٹر شو! سبزواری نے اردو لسانی* ت ۱۹۶۶ء میں ’لسانی اصطلاحات‘ کے عنوان سے اصطلاح سازی کے اصول و قواعد پر اجمالی بحث کی ہے۔ اُن کے نقطہ آ کے مطابق اصطلاح سازی کے سلسلے میں عربی زبان سے پہلے استفادہ کرنا چاہیے کیونکہ عربی مسلمانوں کی زبان ہے اور عربی کی علمی حیثیت، ثقافت، سنجیدگی، متانت اور بھاری بھر کم اصطلاحات کے رکھنے کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اس حوالے سے فارسی کی حیثیت عربی سے کم ہے۔ اس لیے فارسی اور اردو کے رائج جملوں کو چھوڑ کر بقی تمام اصطلاحات کے عربی کی مدد سے ہونے چاہیں۔“ (۵)

اصطلاح سازی کے سلسلے میں اکثر لسانی محققین ڈاکٹر وحید الدین سلیم کی رائے سے اختلاف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اصطلاح سازی کے لیے ہر زبان سے مدد لی جاسکتی ہے ہم اس کے لیے کسی ایک خاص زبان کو معیار بنا۔ احسن اقدام نہیں ہے۔ ہر زبان جو اپنی بہت میں مکمل اور وسیع ذخیرہ الفاظ کے ساتھ معنوی قدر و منزلت رکھتا ہے لہذا اصطلاح سازی کے لیے کی، ہندی، فارسی، عربی، سنسکرت، عبرانی اور اسی طرح کے زبانوں سے بھی استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس ضمن میں خلیل صدیقی اپنی کتاب ’آواز شناسی‘ میں رقمطراز ہیں کہ:-

”وضاحت۔ جمہ کی ہوئی اصطلاح کو دلالت معنی کے لحاظ سے موزوں، قابل فہم اور زبان کے مزاج سے ہم

آہنگ ہونا چاہیے اور انہیں اپنا ع میں کوئی حرج نہیں۔“ (۶)

اصطلاح سازی کے لیے ضروری ہے کہ اصطلاحات جس زبان سے بھی لیں: کی جا N بہر حال اُس کو مذکورہ زبان کی آئینہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہونا چاہیے۔ اصطلاح سازی کے لیے جہاں عالمگیر اور معروف زبانوں کا سہارا لیا جائے وہیں اس کے لیے ضروری ہوگا کہ مقامی بولیوں اور تحتی بولیوں کی بھی مدد لی جائے کہ اصطلاحات سازی کا عمل پیچیدگی سے آسانی کی طرف چل سکے۔ اس کے ساتھ ساتھ اصطلاح سازی کے لیے صوتی اور معنوی پہلوؤں کو بھی کسی طور آ* از نہیں کیا جاسکتا۔

اب جہاں۔ سوال زبان کی ساختیات کا ہے تو چوہ لسانی* ت میں یہ آ* یہ ابھی* ہے لیکن اس کے افادی پہلوؤں سے کسی بھی طرح انکار ممکن نہیں ہے۔ جہاں زبان کو سائنسی منہاج پ p کی کوشش کی جا رہی ہیں تو لازمی ہوگا کہ سائنٹفک دولہ ساختیات کے آ* یہ ابھی عمیق نگاہ ڈالی جائے۔ ساختیات کا آ* یہ چوہ بیسویں صدی میں منظر عام پ* اور اسکا بنی ماہر لسان سوسیر (SAUSSURE) کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ جس نے پہلے زبان کو لسانی سا* کے ب میں پھٹنے کی اہمیت پر زور ڈیا۔ اس کے بعد امریکہ اور یورپ سمیت د* ممالک میں بھی ساختیات کے حوالے سے ای۔ بحث چل پڑی۔ پورے امریکہ میں یوں تو ’بلوم فیلڈ‘ کے آ* یہ ساختیات کو خوف پڑا۔ ائی ملی اور اس کے پیش کردہ ساختیاتی لسانی لیکچروں نے امریکہ کی لسانی* تی فضا پ گہرے ا* ات مر* کیے۔ ہم ہندوستان میں اس آ* یہ ڈاکٹر گوپی چندر ر۔ اوڈ پ کتان میں پ* ویسر خلیل صدیقی نے ساختیات کے حوالے سے اپنا مطمح آ* پیش کیا جو امریکہ اور یورپ کے آ* یہ سے ہی مشابہ معلوم ہوتا ہے۔ پوری آ* یہ ساختیات میں مجرد نسبتی سا* کے موجود ہونے کی جا* اشارہ ہے جبکہ وہ تکلم میں فرق و امتیاز بھی زور دیتے ہیں۔ امریکی آ* یہ ساختیات کے بنی ’بلوم فیلڈ‘ کے مطابق زبان کی سا* # فو 4 سے عبارت ہے لہذا فو 4 کی C پ زبان کا تقابلی مطالعہ اور تجزیہ کیا جاتا چاہیے۔ بلوم فیلڈ اس* تب بھی زور دیتا ہے کہ چوہ کوئی بھی لفظ بہت

سے متصل حرفوں سے مل کر بنا ہوتا ہے اور ہر حرف کی اپنی فو 4 ہوتی ہے لہذا نحوی سا # کو الگ الگ کلموں میں * \$ کر ڈ. ن کی سا # کا مطالعہ کیا جائے۔ اس # ب میں * کستان سیلستانی محقق و فیئر خلیل صدیقی ساختیات کے # ب میں لکھتے ہیں کہ:-
 ”ماہرین ساختیات نے منطقی طور پر لسانی سطحوں کی جو تشکیل کی اور ڈی ضیاتی # از میں جو دضا # کی وہ اطلاقی لسانی * ت کی * دین گئی۔“ (۷)

ا/ چہ ساختیات کے نیوں نے ڈ. ن کی تفہیم کے لیے ا۔ * آ یہ پیش کیا اور اس کے رد عمل کے طور پر اس کے مقابل ا۔ اور آ یہ پس ساختیات میں ابھر کر سامنے آئیں لیکن لسانی * ت میں ساختیات کے آ کے لیے کو بہت سراہا H۔ ہندوستان میں ڈاکٹر گوپی چندر ر۔ نے ان دونوں آیت کو سامنے p ہیں ہوئے اپنی تصنیف ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریات میں اس آ کے حوالے سے لکھا ہے کہ:-

”سو سیر کا & سے۔ اکاڑ“ مہ یہ ہے کہ اُس کی بصیرت نے صدیوں پہلے ڈ. ن کے اس تصور کو رد کر کے کر ڈ. ن جو ہر کچھ قائم لذات (Substantive) شے ہے۔ سو سیر نے ڈ. ن کا Relational تصور پیش کیا۔ جس کے دور رس اُت مر * ہوئے۔۔۔ اس کا کہنا یہ تھا کہ ڈ. ن (Nomen clature) تسمیہ یعنی اشیاء کو م دینے والا آ نہیں ہے بلکہ اشتراکات کا آ م ہے، جس میں کوئی مثبت عضو نہیں ہے۔ منطقی طور پر ڈ. ن اشیاء سے پہلے ہے اور اس کا کام اشیاء کو م دینے کی بجائے اُن کے تصورات میں فرق کے رشتوں کے ذریعے شنا # قائم کرتا ہے۔“ (۸)

لسانی * ت کی * میں ساختیات اور رساختیات کے پیش آ ادبی شے روں کی تفہیم اور ساختیاتی مطالعے نے نئے نئے مباحث کو جنم دیا۔ اس آ کے لیے * (۹) (Reader oriental) تنقید اور (Reader Responses) تنقید جیسے مباحث # بھی لسانی ماہرین کے سامنے سے گزرے جس نے لسانی * ت کی ساختیاتی دوں پر مسلمہ حقیقت کو تسلیم کر دیا۔

جہاں۔۔ سوال ڈ. نوں کی معنوی حیثیت کے # ب میں ہے تو معنیات کو سامنے p ہوئے ان ڈ. نوں کے مابین لفظ اور معنی کے رشتے کے تناظر میں لسانی * ت کی نقطہ آ کے مطابق تفہیم کی کوشش کی گئی ہے۔ لفظ اور معنی کا آپس میں چولی دامن کا ساتھ ہے جبکہ لسانی * ت کی اہم شاخ معنیات بھی اسی سلسلے کی ا۔ ا/ ی ہے۔ معنیات کے آ یہ سازوں کا کہنا یہ ہے کہ ہر لفظ کے فلسفیانہ معنوں سے ہٹ کر بھی اُس کے تشکیلی معنے ہوتے ہیں جس کو ساختیات کے ماننے والے غیر سائنسی فکر کا نتیجہ قرار دیتے ہیں حالانکہ معنوی حوالے کسی طور پر بھی غیر سائنسی فکر کے فروغ میں اپنا کردار ادا نہیں کر رہے ہوتے بلکہ یہ لفظ کے معنی اور اُس کے متعلقات کے رے میں مکمل آگہی اور ادراک کا دوسرا م ہے۔ لسانی * ت کی مذکورہ شاخ معنیات کے لسانی مفکرین کا کہنا ہے کہ لفظ تو محض اشاریہ علامت کے طور پر سامنے آئے ہیں جبکہ اصل حقیقت اور ابلاغ کے لیے سرمایہ حیات تو دراصل معنی ہی ہے جس پر لفظ کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ معنی ہی K ن کا مقصود لذات ہے جس کی توضیح و تشریح دراصل معنیات کے دہا ہ کا میں آتی ہے۔ ڈاکٹر سہیل بخاری اس ضمن میں اپنی کتاب معنویت میں لکھتے ہیں کہ:-

”معنوی کے اعتبار سے ڈ. نوں کو دوا وہوں میں تقسیم کیا جاتا ہے وہ ڈ. 3 جن میں حرف کھ کے معنی الفاظ اور ان کے مجموعے مستعمل ہیں اور دوسرا وہ ڈ. 3 جن میں مہمل اوڈ. معنی دونوں قسم کے الفاظ مستعمل ہیں۔“ (۹)

معنویت دراصل لفظ اور معنی کے رشتے پر بحث کرتی ہے جو کسی بھی طور مادی نہیں بلکہ خیالی اور تصوراتی ہے۔ ڈ. بن کے ابتدائی ۴۱ م میں کیا معلوم کسی خیالی تصور سے مغلوب ہو کر کسی چیز کا کوئی مہمل ہڈ. یہ شعوری ولا شعوری صدیوں پہ محیط کوششوں کا نتیجہ ہو۔ یہ بت کسی بھی طور پورے وثوق سے نہیں کی جاسکتی کے معنی کو ذہن میں ر p ہوئے پہلی ر لفظ تخلیق ہڈ. لفظ کے مطابق معنی کو عملی جامہ پہناتا۔ H ہوگا ہم ہر دو صورت میں بہر حال معنی اور اس کے متعلقات ہی ڈ. وہ اہمیت کے حامل ٹہرتے ہیں ہم معنی کی اس تقسیم سے ہٹ کر بھی کہ وہ سہی ہے، وجودی ہے موضوعاتی اس کی اہمیت سے کسی طور انکار ممکن نہیں ہے۔ ا۔ * بت جو بہر حال توجہ طلب ہے اور وہ یہ کہ ا۔ ہی لفظ کے سیاقی و سباقی معنوں میں فرق و اختلاف ہو سکتا ہے ہم بعض اوقات یہ شعوری اور لا شعوری ہر دو صورت میں ممکن ہے۔ حالات، وقت اور جملی تقاضے آ۔ چہ لفظ کے معنی میں تبد۔ پیدا کر h ہیں لیکن کوئی بھی لفظ چاہیے وہ کلمہ ہڈ. مہمل بہر حال حرف کی صوتی آمیزش سے ہی وجود میں آتا ہے لہذا اس معانی کا گمان کہ کسی طور بھی خلاف توقع نہیں ہے جبکہ معنی میں صوتی اور منطقی دونوں طرح کی تبدیلیوں کی گنجائش موجود ہوتی ہے۔ آ۔ چہ لسانی تحقیق میں نفسیاتی اور سماجی عوامل بھی معنی میں تبد۔ کے لیے ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں لہذا معنی کی معاشرتی تعبیر کی کوئی گنجائش موجود نہیں ہے۔ اس ضمن میں پ. ویسٹر خلیل صدیقی لکھتے ہیں کہ:-

”معنی کا منصب یہ ہوتا ہے کہ کوئی ڈ. بن خارجی اور ذہنی کائنات کا حوالہ کس طرح بخٹھے ہے۔ اس کے K ن سے تعلق اور تجربوں کے ابلاغ کا حق کیوں ادا کرتی ہے۔“ (۱۰)

لسانیت عامہ میں معنیات کا کام کرنے والے لسانی محققین نے K نی ڈ. بن کے معنی، علامات، نطقی، کثیر المعنی کلمے، مترادفات و مرادفات سمیت مادی اور سوری ہر حوالے سے بحث کی ہے۔ جس طرح لسانیت عامہ میں ساختیات اور پس ساختیات کے آیت نے بے حد پ. ای کی حاصل کی اسی طرح ’معنیات‘ کو بھی بے حد سراہا۔ 1 اس کو لسانی ماحول میں * نوی حیثیت کے طور پر ہی رکھا۔ ہے کیوے روایتی ۱۹۸۱ء کاام کا اطلاق کسی طور بھی تمام ڈ. نوں ممکن نہیں ہے۔ لفظ اور معنی کا رشتہ جہاں نحوی اور قواعدی ہر دو حوالوں سے پہنچا جاتا ہے وہیں اس کا اطلاق لسانیت کے شعبہ میں کسی مسلمہ حقیقت سے کم نہیں ہے۔ ڈ. اکٹھان چند جین نے اصطلاح کے ضمن میں اپنے ا۔ مضمون ’لسانیت کی C دی اصطلاحات‘ میں لکھا ہے کہ:-

”انگریزی کی طرح ہندی میں لسانیت کی اصطلاحیں معین اور مستند ہو گئی ہیں ہر مصنف انہیں مستند اصطلاحوں کو استعمال کرتا ہے۔ اردو میں یہ منزل ابھی نہیں آئی۔ اردو میں لسانیت بہت کم لکھا۔ ہے اس لیے اصطلاحوں کے ’اجم اکثر‘ ادی ہیں۔ مختلف لکھنے والے مختلف ’جہ کر‘ ہیں۔ اصطلاحوں کا مستند ’جہ‘ کمپٹی کے کرنے کا کام ہے۔ قی اردو بورڈ اس ۵ میں کوشاں ہے ہم چند ا۔ مستند اصطلاحات 5۵ حطہ ہوں: طبقاتی ڈ. بن (Class language)، سمعی صوتیات (Acoustic

(Phonetics)، ہم صوت (Allophone) %۱۰۰ کے کیمی (Components)، تقابلی
لسانیت (Comparative Philology)، درجہ اشتقاق (Dental)، بولی (Dialect)،
ہم نخرج (Homoograci)، ادبی بولی (Idiolect)، مخرج الصوت (Larynx)
وغیرہ۔“ (۱۱)

جہاں۔۔ کسی بھی زبان کی اسلوبیاتی سطح کا تعلق ہے تو اس سے قبل یہ بتا دینا مناسبت معلوم ہوتا ہے کہ پہلے اسلوب کی تفہیم کر لی جائے۔ اسلوب چوتھا۔ لکل ادبی نوعیت کا معاملہ ہے لہذا کسی بھی شے پر رہ کا تجزیہ و تفہیم ادبی، منطقی، نفسیاتی اور خالصتاً لسانیاتی نقطہ آ کو سامنے رکھ کر کیے جانے کا عمل دراصل اسلوبیات کہلاتا ہے۔ منتخب شدہ شے پر رہ کو توضیحی لسانیت کی روشنی میں p اور مصنف کے لفظوں کی مدد سے اس کی فکر کی گہرائی اور نوعیت کو جاننے کا عمل ہی دراصل C دی عمل ہے۔ علم لسانیت میں اسلوبیات کا آغاز بیسویں صدی کے %۱۰ سے شروع ہوتا ہے جس کے لیے ولیم اپٹن اور آئی۔ اے۔ ۱۹۵۰ء سے قاعدہ ادبی شے پر رہوں کے اسلوبیاتی مطالعہ سے اپنے سفر کا آغاز کرتے ہیں۔ اس ضمن میں ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ اپنی کتاب زبان، اسلوب اور اسلوبیات میں لکھتے ہیں کہ:-

”اسلوبیات، اطلاقی لسانیت کی وہ اہم شاخ ہے جس میں ادبی زبان اور اسلوب کا مطالعہ و تجزیہ خالص لسانیتی نقطہ آ سے کیا جاتا ہے۔“ (۱۲)

جبکہ اس کے عکس بعض ماہرین لسانیت اسلوبیات کو توضیحی لسانیت اور بعض بشریات اور نحوی قاعدوں پر p کا عمل بتاتے ہیں۔ اس سلسلے میں ڈاکٹر گوپی چندر رائے اپنی کتاب ادبی تنقیدی اور اسلوبیات میں لکھتے ہیں کہ:-

”اسلوبیات، وضاحتی لسانیت (Descriptive linguistic) کی وہ شاخ ہے جو ادبی اظہار کی ماحول اور خصائص سے بحث کرتی ہے۔“ (۱۳)

کسی بھی ادبی شے پر رہ کے تجزیے کے لیے لسانیتی مواد کی توضیح و تجزیہ، اسلوبیاتی خصائص کی شناخت # و ڈیفنٹ اور بعد ازاں خصائص سے متعلقہ تجزیہ و C دی ماحول میں جن کی مدد کے بغیر اسلوبیاتی مطالعہ آ نہیں ہوگا۔ اسلوبیاتی مطالعے کے دوران ضروری ہوگا کہ ادبی شے پر رہ کی نحوی M اور معنوی سادگی پر دھیان رکھا جائے اور ساتھ ہی ساتھ اس شے پر رہ کی معنوی اعتبار سے پابند قوانین یعنی مصممونہ ختم ہونے والے ارکان کا رجحان جو آ ہے وہ معنوی بھی ہو۔ اسلوبیات کا ایہ اور اہم پہلو یہ ہے کہ کسی بھی شے پر رہ کے اسلوبیاتی مطالعے کے دوران کسی ایہ صرنی و نحوی A م کا سہارا دینا ہوئے اسمیت اور فعلیت کے حرفی و نحوی استعمال کے رجحان سے بھی آ رکھی جائے۔ اس کے ساتھ ہی اس معنیاتی A م، لفظوں، کیوں اور اظہاری سانچوں کی ادبی و اشتراکیت کو بھی نہ آ رہنا چاہیے کہ ادبی شے پر رہ کی قدر و منزلت کے معیارات کا بخوبی جائزہ لیا جاسکے۔ ہر زبان کی چوتھا اپنی لسانیت اور نحوی و صرنی قواعد ہوتے ہیں لہذا اسلوبیاتی نقطہ خیال کا ادراک جہاں لسانی عمل کی مناسبت تشکیل و ارتقاء کی جائے گا وہ ہموار ہے وہیں لفظ اور معانی کی توضیح بھی ہوتی ہے۔ اسلوبیاتی مطالعہ آ لسانی C دوں پر ہورہا ہو تو ضروری ہوگا کہ نحوی متوازی #، فعل کے استعمال میں ہمواری، اصوات کا بھی تنا و اور

جہاں۔۔ سوال ۳۔ نوں کے رسوم الخط اور 5ا کے۔ ب میں ہے تویہ: ت زیر آ رہے کہ ہڑ۔ ن کا اپنا۔ ا۔ مخصوص رسم الخط اور 5ا کی قواعد ہوتے ہیں۔ رسم الخط مشترکہ بھی ہو h ہیں 1 صریح و نحو قواعد بہر حال۔ ا۔ ابھی ہونگے۔ عموماً 5ا اور رسم الخط کو مترادف معنوں میں ہی لیا جاتا ہے جبکہ دونوں میں بہت۔ ری۔ سا فرق ہے۔ 5ا سے مراد کسی ۳۔ ن کے تحویلی آ م کے اصول و قواعد ہیں جبکہ رسم الخط ۳۔ ن کو معیاری صورت میں درج و تصحیح کے ساتھ لکھنے کا عمل ہے۔ 5ا اور رسم الخط کو لسانیات میں خاطر خواہ مقام ایجنہ کی نہیں مل سکتی۔ ہم اس کی اہمیت اپنی جگہ مسلمہ ہے۔ اسخ۔ ب میں رشید حسن خان رقمطراز ہیں کہ:-

استعمال کیا جاتا ہے، وہ رسم خط ہے۔“ (۱۴)

ہر ژ۔ ن چوہ صوتی، صرفی، قواعدی اور معنوی $\hat{A}$ مہمِ مشترک ہوتی ہے جن کا۔ ہی مطابقت اور صوتی $\hat{A}$ م میں مماثلت کے۔
 $\hat{A}$ م واشتراک کا عمل مکمل ہوتا ہے۔ رسم الخط چوہ مختلف آوازوں کی تحریری علامتوں اور حروف کا۔ ا۔ مربوط $\hat{A}$ م ہوتا ہے یہ سارا $\hat{A}$ م رسم الخط کہلاتا ہے۔ ہندوستان میں تحریری فن پگنگلو کا۔ قاعدہ آغاز ۶۰۰ تا ۸۰۰ قبل مسیح سے شروع ہوتا ہے اور قدیم۔ یں رسم الخط کھروشی اور۔ اہی سے ۷۰۰ رسم الخط عربی، فارسی اور روسی رسم الخط کے سوتے پھوٹا شروع ہوئے۔ بعد ازاں آشتہ دو صدیوں میں تو مشترکہ رسم الخط۔ بہ بہت ڈیہ بحث کی گئی 1 ہندوستان جیسے کثیر اللسانی خطے میں یہ آری ڈیہ ایائی ٹیہ سکا۔ ہر ژ۔ ن چوہ۔ ا۔ خاص وصف $\hat{b}$ ہے اور اس کا اپنا۔ منفرد صوتی ڈھانچہ ہوتا ہے جبکہ ہر ژ۔ ن ٹکلی۔ نطقی آوازوں کا مجموعہ ہوتی ہے، # ان آوازوں کو رسم الخط کی صورت میں عملی اظہار کا موقع ملتا ہے تو وہ۔ ا۔ منظم اور شستہ ژ۔ ن کے طور پر سامنے آتی ہے۔ ژ۔ ن کی کلیت و جامعیت میں رسم الخط اساس کی حیثیت رکھتا ہے۔ آ کوئی ژ۔ ن اپنے دامن میں $\hat{b}$ ژ۔ نوں کے الفاظ سمونے کی قدرت نہ رکھتا ہو تو اس کا رسم الخط جامد پن کا شکار ہو جاتا ہے۔ جبکہ اس کے۔ عکس آ ژ۔ ن کا دامن کشادہ اور ژ۔ ن کے الفاظ کو اپنے رسم الخط کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی صلاحیت $\hat{A}$ رکھتا ہے۔ ڈاکٹر فرمان فتح پوری ژ۔ ن اور رسم الخط کا تعلق یوں بیان کرتے ہیں کہ:-

”مُذُن اور رسم الخط ایہ دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہوتے ہیں۔“ (۱۶)

ہر ذہن کی بقا کے لیے ضروری ہے کہ اس کے رسم الخط میں تغیر نہ ہو۔ ہر ذہن کی صوت، محاورہ، قواعد، روزمرہ، نحوی و صرفی خطوط اس بات کے متقاضی ہوتے ہیں کہ اس کے حروف ہجاء میں تغیر و تبدل اور غرض و غائیہ نہ ہو۔

کے حوالے سے مسلسل ارتقاء کے عمل سے آ رہے ہیں۔ بن کا ڈھانچہ اُس کے ذخیرہ الفاظ، صوتی و حرنی قواعد، انحراف اور رسم الخط سے متشکل ہو کر ہی وجود میں آتا ہے۔ اس صوتی ڈھانچے اور رسوم الخطوط کے رے میں رشید حسن لکھتے ہیں کہ:-

”عرب اور ایرانیان میں جتنے خطا X دہوئے ان میں & سے ڈیہ خوب صورتی خط & کے حصے میں

آئی۔ اسی وجہ سے اس کو (عروض الخطوط) بھی کہا گیا ہے۔ خط- اور خطِ تطبیق دونوں نے خط تھے۔ انہی کے

اعتزاج سے خط & کی نمود ہوئی۔“ (۱۷)

اُچھائی رسم الخط عربی النسل ہے سنسکرت کے چند حروف کے سوا ہندی کے تمام حروف خط & میں آسانی لکھے جا رہے ہیں جبکہ اس کے عکس اُردو حروف تہجی میں بعض حروف ایسے بھی ہیں جو عربی رسم الخط میں نہیں لکھے جا رہے ہیں۔ کیونکہ عربی خط و خطوط کا آسانی اپنے دامن میں جگہ نہیں دے سکتا۔ اردو رسم الخط کی ہمہ گیری کے ب میں محمد عثمان لکھتے ہیں کہ:-

”بن کی جامعیت میں رسم الخط کو آسانی حیثیت حاصل ہے اُچھائی رسم الخط کا دامن تنگ ہو تو د

بنوں کے الفاظ کو اپنا اور انہیں ان کی اصل شکل میں ظاہر کرنا ممکن ہو جاتا ہے۔“ (۱۸)

الغرض بنوں کے لسانی مطالعہ میں اصطلاح سازی، ساختیات، معنیات، اسلوبیات، رسوم الخط اور انحراف کی حیثیت حاصل ہے اور ہر بن اپنی ہیئت میں ای- مشترکہ ادبی لسانی ورثے سے ملتی ہوتی ہے۔ بن کی صوتی، حرنی، قواعدی اور انحراف کے اصول اس بات کی جائزہ دیتے ہیں کہ مذکورہ بن کا لسانی سرمایہ کسی مخصوص ثقافتی و تہذیبی لسانی عوامل کے زیرِ اثر لسانی عامہ میں اپنے تشخص کی علامت ہے۔ کسی خطہ میں بولی جانے والی بنوں کا صوتی، حرنی، نحوی و اشتقاقی اور معنوی سطح قابلِ تقابل و تقابلی لسانیات کے زمرے میں آتا ہے جبکہ کوئی بھی بن نہ کسی مخصوص خطے میں بیرونی اثر کی زد میں ہوتی ہے نہ وہ آپسی میل جول کے لیے مقامی بنوں سے جو اختلافات کے عمل سے آ رہی ہے اس سارے عمل کے ر [و تقابلی لسانیات کی ر و سے پڑھا جاتا ہے۔] و تقابلی لسانیات بنوں میں ہونے والی ارتقائی اور یکسانی تبدیلیوں کو دہمسائیہ بنوں کے ساتھ مطالعہ کرنے کا عمل ہے۔ ہ اور مردہ بنوں میں حدِ فاصل قائم کرنے کے لیے ان کی اپنی ہیئت کو صحت، حرنی اور قواعدی پیمانوں پر p کی ضرورت ہے۔

بن 3 کبھی بھی یکساں نہ رہ سکتی ہیں ان میں وقت کے ساتھ ساتھ تغیر و تبدل ہوتا ہے۔ بن کی کئی سطحیں ہوتی ہیں اور ای- ہی بن۔ بن بے شمار لسانی آ و ہوں میں تقسیم ہو کر اپنا لسانی سفر کرتی ہے تو اس میں تبد- کا عنصر آ، یہ ہو جاتا ہے۔ کسی خطے کے مخصوص سیاسی، سماجی معاشی اور تہذیبی عوامل کے زیرِ اثر بن بھی اسی طرح کے اثرات مرہ ہوتے ہیں۔ بن اپنے بولنے والے آ و ہوں قابل کے ساتھ ساتھ سفر کرتی ہے اور جہاں جہاں وہ پہنچتا ڈالتے ہیں وہاں کے تہذیبی و ثقافتی عوامل اور مقامی بولیوں کے بے شمار الفاظ و محاورات بھی اپنی بن کے ساتھ لے کر چل پڑتے ہیں۔ بن کے ای- جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے کے اسباب میں مذہبی، ثقافتی، تہذیبی اور فاتح و مفتوح سمیت دہائی کئی اور عوامل بھی کارفرما ہوتے ہیں۔ بن کے رے میں بے لکل در & معلوم ہوتی ہے کہ بن اپنے مرا میں گہر 6 یں رہا ہے اور جیسے جیسے یہ مرا سے دور ہوتی جاتی ہے تو اس کی یکساں میں کمی واقع ہونے لگتی ہے۔ کم زرخیز بن 3 بیرونی اثر کو بہت جلد قبول کر لیتی ہیں جبکہ چند زرخیز بن 3 لکل محفوظ رہنے کے وجود بھی تغیر پذیری میں مبتلا آتی ہیں۔

معنیہ ر [لسانۃ میں ہم ان اصولوں اور قاعدوں کا مطالعہ کرتے ہیں جن کے ماتحت قرآنوں میں مختلف قسم کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کے علاوہ ر [لسانۃ میں مختلف قرآنوں میں آپسی رشتہ اور تعلق کا بھی مطالعہ کیا جاتا ہے۔“ (۱۹)

”بن کی ر [ارتقاء کا مطالعہ] لسا*ت کہلا*ت ہے۔ ا/۱۔ خلا ان کے دوڑ بنوں کا تقابلی مطالعہ کیا جاتا ہے تو اسے تقابلی لسا*ت کہتے ہیں۔“ (۲۰)

”مختلف“۔ نوں کا آپس میں تقابل تو لوگ بہت۔ انے زمانے سے کرتے آئے ہیں۔ 1 یہ تقابل کسی اصول کے ماتحت نہیں کیا جاتا۔ تھا۔ سروہم جوئس کے اس بیان کے بعد تقابلی مطالعہ صرف اُس مطالعے کو کہا جاتا ہے جو: - ہی بخا۔ ان کی“۔ نوں کے مابین کیا جائے اور تقابل کے لیے جو نمونے استعمال کیے جا N و تقریباً

۱۔ ہی عہد سے تعلق رکھتا ہوں۔“ (۲۱)

اس ساری بحث کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کسی بھی خطے میں موجود β نوں کا β [وقابی مطالعہ مذکورہ زمانے میں موجود β نوں کے صوتی تغیرات اور عہد بہ عہد ہونیوالی تبدیلیوں کے پیش β اور β نوں کے مابین اشتراک و انجذاب کی لسانی کیفیتوں کا اظہار ہی دراصل β [وقابی لسانیات کے زمرے میں β ہے جبکہ β نوں کے β اور وقابی مطالعے کے لیے اس قسم کا مطالعہ β نوں کے ہم رشتے کو مربوط و منظم کرنے کا β ہے۔

یہ امر محتاج دلیل نہیں کہ ہر β ن کا اپنا β خاص لسانی ماحول، ڈھانچہ اور تخلیقی رجحانات ہوتے ہیں۔ β ن بھی تہذیبوں اور سماجی رشتوں کی طرح β اور بگڑتی رہتی ہے۔ β ن سے نئی β ن کا وجود میں β اور β نوں کا β اور β نئے کا عمل جاری رہنا بھی کسی دلیل β لسانی مضمرات کا محتاج نہیں ہے۔ جس طرح بہت β تیں اور β ت عملی β میں اپنا وجود نہیں رکھتیں β ان کا ادبی اور لسانی β گ میں β ہاتھ β ہے اسی طرح β ن بھی بعض اوقات سماج اور اس کے جلی و لسانی رشتوں سے بغاوت کا درس دیتی ہے۔ β ن سے سماج اور سماج سے β ن بغاوت کی بھی بہت سی مثالیں دیکھنے میں آتی ہیں۔ β ن جہاں ذریعہ اظہار ہے وہیں اس کی β ثقافتی β ای β خاص حد کے بعد جا کر شکست و ریخت کا β ہیں۔ عہد بہ عہد ہونیوالی سماجی، سیاسی، ثقافتی اور عمرانی تبدیلیاں لسانی و لسانیاتی ہر دو تبدیلیوں کے پیچھے پیچھے سفر کرتی دیکھائی دیتی ہیں۔ کسی بھی خاص لسانی β یہ کو β رہنے کے لیے β ن سے متعلق امور کو استقرائی کلیہ سازی کے طور پر منظم و مضبوط کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کسی بھی β ن کے لسانی جاب β میں β ن، آوازوں β اصوات کے مجموعہ اور ان کی β و کیسپ بحث کی جاتی ہے جبکہ لسانیاتی جاب β کے لیے β ن کے β سے ادا کی جانے والی آوازیں، اشارے اور صوتی β تحریری مواد کا تجزیہ کیا جاتا ہے۔ جیسے جیسے β ن تہذیب β نے ارتقائی مدارج طے کیے اور پہلے اشارے β ، پھر بولنا اور بعد ازاں تقریر و تحریر کا ہنر سیکھا ویسے ویسے β ن نے بھی اپنا ارتقاء کی منازل طے کیں۔

الغرض کسی بھی β ن کی تمام β علاقائی بولیاں اور تحتی بولیاں لسانیاتی عمل میں β کی شری β ہیں اور ہر β ن کسی نہ کسی مقامی بول β تحتی بولی کی ارتقائی شکل ہے۔ مقامی بولیوں کے β ہم اشتراک و انجذاب کے β β β وجود میں β اور پھر β نوں کے آپسی تعلق اور β ہی میل β کے نتیجے میں لسانی زرخیزی کے β بہت سی نئی β β وجود میں β اور ساتھ ہی ساتھ چند ایسی β β جن کی لسانی β دیں β وہ مضبوط نہ تھیں وہ ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو کر مردہ بھی ہو β ہم اس β میں سید وقار حیدر لکھتے ہیں کہ:

” β ن ذریعہ اظہار ہے۔ β میں ہر زمانے میں ہزاروں کی تعداد میں β β رہی ہیں۔ β ن میں ہر

وقت تبد β کارہجان رہتا ہے اور وقت کے ساتھ ساتھ نئی β β اور β انی مردہ ہوتی رہتی ہیں β دی

طور پر β ن آوازوں کا مجموعہ ہے اور تحریر اس کا β نوبی β ملفوظی روپ ہے۔“ (۲۲)

اس تمام β تحقیق کے بعد یہ β آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ لسانی تشکیل میں β ن اپنے لسانی ڈھانچے اور لسانیاتی عمل کے β β زمان و مکان کی قید سے آزاد ارتقائی مدارج طے کرنے میں مصروف عمل ہے جو β گ کے ساتھ ساتھ اپنا سفر جاری رکھے ہوئے ہے۔

حواشی و حوالہ جات

- ۱۔ خلیل صدیقی، پی ویسٹر، 'لسا' ت کیا ہے؟، مشمولہ اردو لسا* ت کے زاویے از سید روح الامین، عزت اکادمی، گجرات، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲، ۲۳
- ۲۔ اقتدار حسین، ڈاکٹر، 'لسا' ت کے سی دی اصول، ایجوکیشنل۔ ہاؤس، علی آہ، مسلم یونیورسٹی روڈ، علی آہ، ۲۰۰۱ء، ۱۹۸۵ء، ص ۱۲
- ۳۔ اقتدار حسین، ڈاکٹر، اردو صرف و نحو، قی اردو پور، نئی دہلی، جنوری۔ مارچ ۱۹۸۵ء، ص ۱۳
- ۴۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، ہندوستانی لسا* ت، مکتبہ معین الادب، لاہور، ۱۹۵۰ء، ص ۱۷
- ۵۔ نعمت الحق، ڈاکٹر، 'اردو لسا' ت۔۔۔ ریخ و تنقید کی روشنی میں، تحقیقی مقالہ۔ اے پی ایچ ڈی، شعبہ اردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان، ۱۹۹۵ء، ص ۸۳-۱۸۲
- ۶۔ خلیل صدیقی، پی ویسٹر، آواز شناسی، بیکن بکس، ملتان، ۱۹۹۳ء، ص ۴۲-۱۴۱
- ۷۔ خلیل صدیقی، پی ویسٹر، ساختیات، زمرد A X، کو، ۱۹۹۱ء، ص ۲۵۴
- ۸۔ گوپی چندر۔ ڈاکٹر، ساختیات، پس ساختیات اور مشرقی شعریت، سنگ میل A X، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۶۰
- ۹۔ سہیل بخاری، ڈاکٹر، معنی، آزاد۔ ڈپو، سرگودھا، ۱۹۸۶ء، ص ۱۷
- ۱۰۔ خلیل صدیقی، پی ویسٹر، لسانی مباحث، زمرد A X، کو، ۱۹۹۱ء، ص ۲۸۳
- ۱۱۔ حین چندین، ڈاکٹر، 'لسا' ت کی سی دی اصطلاحات، مشمولہ اردو لسا* ت کے زاویے، مرتبہ سید روح الامین، عزت اکادمی، گجرات، ۲۰۰۷ء، ص ۲۰۰-۳۰۵
- ۱۲۔ خلیل بیگ، مرزا، ڈاکٹر، بن، اسلوب، اسلوبیات، ادارہ بن و اسلوب، علی آہ، ۱۹۸۳ء، ص ۹
- ۱۳۔ *۔ ری۔ گوپی چند، ڈاکٹر، ادبی تنقید اور اسلوبیات، ایجوکیشنل ڈ ہاؤس، دہلی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۵
- ۱۴۔ خان رشید حسن، اردو 5، فلش ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۴ء، ص ۱۹
- ۱۵۔ عبدالرحمن، ڈاکٹر، اہوی، اہوی بن و ادب کی ریخ، مراوی اردو پورڈ، لاہور، ۱۹۸۲ء، ص ۵۵
- ۱۶۔ فرمان، فتح پوری، ڈاکٹر، اردو 5 اور رسم الخط، الوقار A X، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۷۳
- ۱۷۔ خان، رشید حسن، اردو کیسے لکھیں؟، رابعہ۔ ہاؤس، لاہور، ص ۹
- ۱۸۔ عثمان ڈ، محمد، اردو رسم الخط کی ہمہ گیری، مشمولہ اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی بن، اسلام آباد، جنوری۔ فروری ۲۰۱۵ء، ص ۱۴
- ۱۹۔ اقتدار حسین، ڈاکٹر، 'لسا' ت کے سی دی اصول، ایضاً ص ۱۱۸
- ۲۰۔ حین چندین، ڈاکٹر، لسانی مطالعے، قی اردو پور، دہلی، ۱۹۹۴ء، ص ۳۵
- ۲۱۔ عبدالسلام، ڈاکٹر، تقابلی لسا* ت، مشمولہ اردو لسا* ت کے زاویے از سید روح الامین، عزت اکادمی، گجرات، ۲۰۰۷ء، ص ۴۱
- ۲۲۔ وقار حیدر، سید، اردو کے مستوی حروف، مشمولہ اخبار اردو، ادارہ فروغ قومی بن، اسلام آباد، دسمبر ۲۰۱۳ء، ص ۴
- ۲۳۔ ماخوذ از ڈاکٹر عبدالستار کا مضمون وضع اصطلاحات کا تنقیدی جائزہ اور ڈاکٹر شو۔ سبزواری کا مضمون ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم اور ان کی لسانی تحقیقات، اردو۔ مہ شمارہ ۴۴-۴۵، مارچ ۱۹۷۷ء۔